راس کی افادیت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ مگر جہاں تاریخ قیاس کا ساتھ نہیں دیتی وہاں مولانا کا قیاسی
لسل واقع کو روشن تو ضرور کر دیتا ہے مگر تاریخی بنیاد نہ ہونے کی وجہ سے اس کی حقیقت ایک افسانہ
ے زیادہ نہیں ہوتی ہمارے خیال میں مولانا کا اپنی تحریک کو سہروردی سے شروع کرنا، تیمور کو ان
اعی ماننا، اکبر کو اس کی کڑی تصور کرنا اور اسی طرح اپنی تحریک کا رشتہ کہیں نہیں ٹوٹنے دینا زیادہ
سی قبیل کی Research سے ہے۔

مولانا نے جہاں مسلم لیگ اور اس کے نظریہ پاکستان کے متعلق اس طرح اظہار خیال کیا ہے
اس تجویز کے لئے فقط ایک وجہ جواز ہو سکتی ہے کہ پہلے یہ تجویز کانگریس میں پیش کی جائے کانگریس
ں قدر کانٹ چھانٹ کرے وہ فیصلہ مان لیا جائے، اس کے بعد کانگریس کے نام سے اس فیصلے کو
ں پارلیمنٹ کے سامنے لایا جائے، جس قدر ترمیمیں گورنمنٹ ضروری سمجھے وہ بھی سب منظور کر لی
یں" آج برٹش پارلیمینٹ کی طرف سے تقسیم Partition کے اعلان کی موجودگی میں جس
یقیناً کانگریس کا لحاظ بھی کیا گیا ہے اور جو پاکستان کی ترمیم بھی کرتی ہے مولانا کی سیاسی بصیرت کا
راف کرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی جہاں مولانا فرماتے ہیں کہ "مجھے افسوس ہے کہ میرے دوستوں کا نوے
صدی حصہ مسلم لیگ میں شامل ہے اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ دنیا مسلم لیگ کو کانگریس کے برابر مان
گی میں انھیں اس حقیقت سے آشنا کرنا چاہتا ہوں کہ جب سے گورنمنٹ نے منٹو مارلے اصلاحات
مقدمے میں کانگریس کا ذکر کر دیا ہے، اسی وقت سے دنیا گورنمنٹ آف انڈیا کے بعد صرف نیشنل
اس کو جانتی ہے اس کے بعد خلافت کے دور میں (ترک موالات) non-co-operation
ں ملک کی طاقت کانگریس کو تسلیم کرانے میں مدد دی۔ اس قدر گہرے اثرات کی موجودگی میں
ملک کو دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ وہ لیگ کو کانگریس کے برابر دکھلائیں گے گویا مولانا یہ کہنا چاہتے
ایک جماعت کے بروئے کار آجانے کے بعد کسی دوسری جماعت کا نئے سر سے قوت پکڑنا اور

اس سے ٹکر لینا ناممکن ہے حالانکہ یہ فیصلہ کسی اصول کی بنا پر صحیح نہیں تسلیم کیا جا سکتا اور آج ہمارا مشاہدہ بھی اس کے برعکس ہے دنیا نے جس طرح کبھی کانگرس کو مانا تھا آج اسے لیگ کو بھی ماننا پڑا۔ مولانا کے اس قسم کے فکر سے ہم ان کی رجعت پسندی کا نتیجہ نکالتے ہیں۔

ایک اور موقع پر کانگرس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا کا یہ قیاس کس قدر صحیح ہے کہ "نہ کھدر، چرخہ اور سردار پٹیل کی ڈکٹیٹرشپ کانگرس کو اب آگے نہیں بڑھا سکتی، ڈر ہے کہ بنگال علیحدہ نہ ہو جائے" آج بنگال کی تقسیم میں کس کو شک ہے۔

ایک جگہ اسلامی علوم کا کورس اور اُن کے درجے متعین کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ "اس درجے میں فارسی اخلاق و تصوف کی کتابیں بھی ضروری ہوں گی"۔ تصوف کے متعلق ہم اس وقت کچھ کہنا نہیں چاہتے مگر اخلاقیات پر فارسی کتابیں پڑھنے کا مشورہ سنکر ہم کو حیرت ہوتی ہے ہم نہیں سمجھتے کہ بنتھم Bintham مل Mile اور کانٹ Kant کے زمانے میں محقق طوسی کی اخلاق ناصری جلال الدین دوانی کی اخلاق جلالی، ملا واعظ حسین کاشفی کی اخلاق محسنی اور گلستاں بوستاں کی طفلانہ حکایتیں ہماری کیا رہنمائی کریں گی، اور اسلامی نقطۂ نظر سے بھی اُن میں کیا دھرا ہے بقول شبلی ارسطو کی کتاب الاخلاق، اخلاق ناصری اور اخلاق جلالی کے ذریعے فارسی میں آگئی اگر یہ سچ ہے تو ارسطو کی اخلاقیات کو اسلام سے کیا تعلق؟

اسلامی مدارس میں ان کتابوں کا خصوصاً گلستاں بوستاں کا تجربہ ایک مدت سے ہو رہا ہے وہاں یہ اس لئے داخل درس کی گئی تھیں کہ اخلاقیات میں اسلام کے مآخذ تک رسائی کا کام دے سکیں مگر ہوا یہ کہ رفتہ رفتہ یہ طالبعلموں کے لئے خود اصل مقصود بن کر رہ گئیں اور اوسط درجے کی استعداد رکھنے والے مسلمان ان کتابوں کو اس قدر کافی سمجھنے لگے اور ان میں ایسے الجھے کہ اسلام کے اصل اخلاقی مآخذ (قرآن کریم، احادیث، آثار کی طرف توجہ کرنے کا انھیں موقع ہی

نہ ملا، گلستاں بوستاں کی خرافاتی حکایتوں میں پڑکر انھوں نے قرآنی حقایق سے اپنا رشتہ توڑ لیا اخلاقی صحبتوں میں گلستاں کی روایتیں بطور سند پیش کی جانے لگیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

حقیقت خرافات میں کھو گئی ۔۔۔ یہ امت روایات میں کھو گئی

اقبالؔ

اس لئے ہمارے نزدیک یہ کتابیں آج سے پہلے بھی حصول اسلام میں حائل رہ چکی ہیں۔ آج کے بعد بھی ان کا تجربہ کیا گیا تو نتیجہ یہی نکلے گا۔ ہمارے علماء کے ذہنوں میں سطحیت پیدا کرنے میں ان کتابوں کو بھی دخل رہا ہے لہذا ہماری رائے میں یہ کتابیں نہ منتہیوں کے لئے ضروری ہیں نہ مبتدیوں کے لئے اور نہ درمیانی استعداد رکھنے والے مسلمانوں کے لئے! ہم نہ ان کو علماء کے لئے ضروری سمجھتے ہیں نہ طلباء کے لئے! مولانا کے اس قسم کے مشورے کو ہم اُن کی قدامت پسندی کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی تہ میں ہمیں وہی "مولویانہ سطحیت" نظر آتی ہے جس کا سبب اوپر ہم ان کتابوں کو بھی بتا چکے ہیں۔ ہمارے خیال میں مولانا اپنے مطالعہ و تجربہ کی بناء پر اس قدر آزاد خیال ہو جانے کے باوجود بھی اپنے ابتدائی ماحول کی بعض باتوں سے غیر متعلق نہ ہو سکے۔ یہ انسانی فطرت ہے!

ہم مولانا کے مخالفین سے اس بات میں متفق نہیں ہیں کہ انھوں نے اپنی باقی زندگی کو آرام سے گذارنے کے لئے بددیانتی سے گورنمنٹ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ ہمارے خیال میں انھوں نے اپنے تجربات اور مطالعے کی بناء پر دیانتداری کے ساتھ اپنی پالیسی بدل دی تھی، ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی پالیسی غلط ہو، ہمارے پاس اس حسن ظن کے لئے اس وقت دو دلیلیں ہیں: مولانا کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نفس میں تلاشِ حق اور اظہارِ حق پر دو رجحان بہت زیادہ ہیں چنانچہ اوائل عمر ہی سے ان کی طبیعت تلاشِ حق کی طرف مائل تھی اور جب حق کی تلاش میں وہ کامیاب ہو گئے اور اسلام ان کے معیار پر پورا اترا تو اظہارِ حق سے اُن کو کوئی چیز باز نہ رکھ سکی نہ اُن کا اپنا اندرون